تارا لوئی والا

سلطان سکون

جملہ حقوق نشر و اشاعت محفوظ ہیں

ضابطہ:

کتاب: تارا لوئی والا

شاعر: سلطان سکون

اشاعت اول: دسمبر 2002

کمپوزنگ: آرٹ لنکس ایبٹ آباد

قیمت: -/105

رابطہ

گوشہء سکون۔100 کہیال ایبٹ آباد

فون نمبر: 330171 کوڈ 0992

ماسٹر حسین بخش کوثر (مرحوم)

کی روح کے نام

جس نے اپنی پرسوز آواز

میں ہندکو ماہیے کو زندہ رکھا

بلی کوٹھے تے سَپ کھاہدا

جوگیا سٹ سنگھلاں

لکھی بِتھو پرَت کھاہدا

ترتیب

تعارف۔۔۔۔۔۔۔۔سلطان سکون

میریا وے ماہیا۔۔۔پروفیسر صوفی عبدالرشید

حمدیہ، نعتیہ ماہیے	--------	19تا20
وطن دے ماہیے	--------	21تا24
عمومی ماہیے	--------	25تا80
ماہیے بجلی دے	--------	81تا92
ماہیے ووٹاں دے	--------	93تا102
سکولی ماہیا	--------	103تا117
ماہیے یاراں دے	--------	118تا128
مخولی ماہیے	--------	129تا138

☆☆☆

تعارف

یہ ہمارا عمومی رویہ ہے اور شاید انسانی فطرت بھی کہ ہم اکثر اپنے قریب رہنے والے افراد یا قرب وجوار کے مناظر یا دیگر اشیا ء پر غور اور توجہ نہیں کرتے جس کے سبب ہم ان کی کئی خوبیوں، خوبصورتیوں یا خامیوں سے بےخبر رہ جاتے ہیں پھر جب کبھی اتفاقیہ طور پر ان کی خوبیاں یا خامیاں ہمارے سامنے آتی ہیں تو ہمیں اپنے اس رویہ پر افسوس بھی ہوتا ہے اور شدت سے یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ ہم نے ان کو پہلے کیوں نہ قابل توجہ سمجھا۔ خدائے سخن میر تقی میر نے شاید ایسے ہی رویے کو اپنے اس خوبصورت شعر میں موزوں کیا ہے

سرسری تم جہان سے گزرے
ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا

یا موجودہ دور کے مقبول شاعر احمد فراز کہتے ہیں

اس انتہائے قرب نے دھندلا دیا تجھے
کچھ دور جا کہ دیکھ سکوں تیرا بانکپن

اور ہمارے ہزارہ کے ہردل عزیز شاعر آصف ثاقب کا ایک شعر ہے

مرے مزاج میں تھا سرسری گزر رکھنا
مگر یہ حال تجھے دیکھنے سے پہلے تھا

مندرجہ بالا چند سطور اور اشعار لکھنے کی ضرورت مجھے ہندکو زبان کے ماہیا کے مختصر تعارف کے سلسلے میں پیش آئی۔ ماہیا ہماری ہندکو زبان کے ادب کی ایک نہایت مقبول ومشہور صنف سخن ہے جو ہمارے روزمرہ میں شامل ہے جسے شادی بیاہ اور ایسی ہی نوعیت کی دیگر رسمی یا غیر رسمی تقریبات میں سننے اور محظوظ ہونے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے مگر بہت کم ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے کبھی ماہیے کے فنی رموز وامور پر توجہ دی ہو یا اسکی خوبصورتی کو جاننے اور پرکھنے کی کوشش

کی ہو۔ میں خود بھی کسی حد تک ان میں شامل ہوں۔

آج سے کوئی پندرہ سولہ برس پہلے کی بات ہے کہ میں اپنے دفتر میں بیٹھا کسی معمول کے کام میں مصروف تھا اسی دفتر میں ایک نائب قاصد (محمد داؤد) بھی کسی کام میں مشغول تھا اور اپنے خیالوں میں مگن دھیرے دھیرے کچھ گنگنا بھی رہا تھا۔ اس کی اس گنگناہٹ نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ اور جب میں نے غور کیا تو اس کے یہ دو بول میری سماعت سے ٹکرائے اور سیدھے دل میں اتر گئے۔

جوگیا ست سنگھلاں

لکھی کتھو پرت کھاہدا

میں نے اسے اپنے پاس بلا کر پوچھا کی یہ تم کیا گنگنا رہے ہو وہ کچھ سہم سا گیا کہ شاید مجھے اس کی یہ حرکت پسند نہیں آئی لیکن میں نے اسے تسلی دے کر پوچھا کہ ان بولوں کا پہلا مصرع کیا ہے تو اس نے کہا مجھے خود معلوم نہیں کسی سے پوچھ کر کل آپ کو بتا دوں گا۔ خیر دوسرے روز وہ دفتر میں آیا اور بتایا کہ پورا ماہیا یہ ہے

بلی کوٹھے تے سپ کھاہدا

جوگیا ست سنگھلاں

لکھی کتھو پرت کھاہدا

میں نہ تو قارئین کو ماہیے کی تاثیر کا معترف کرنے اور نہ ہی انکی ہمدردیاں حاصل کرنے کیلئے لکھ رہا ہوں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ماہیے کے یہ دو بول سن کر مجھ پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور ان دو بولوں نے مجھے خیالوں ہی خیالوں میں اپنے بچپن اور اپنے گاؤں کے ماحول میں پہنچا دیا اور آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے کا وہ منظر میرے سامنے پھر آ گیا جب جوگی (جو نجومی بھی کہلاتے تھے) گاؤں گاؤں گھوم پھر کر عورتوں اور لڑکیوں کو انکی قسمت کا حال بتایا کرتے

تھے۔ جوگی کا طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ اس کے ہاتھ میں رسی یا تار میں بندھی ہوئی لوہے کے چند سلاخیں ہوتی تھیں (جو لمبائی میں دو سے تین انچ ہوتی تھیں)۔ ان سلاخوں کو مقامی زبان میں سنگھلاں یا کنجیاں بھی کہا جاتا تھا۔ جوگی گاؤں کے کسی گھر کے صحن یا کسی مناسب جگہ بیٹھ جایا کرتا۔ اور گھروں کی عورتیں اس کے گرد دائرے کی شکل میں بیٹھ جایا کرتی تھیں اب جوگی ان سلاخوں (سنگھلوں) کے گچھے کو زمین پر پھینک دیتا تو سلاخوں کے سرے مختلف اطراف میں پھیل جاتے۔ جو سرا جس عورت کی طرف ہوتا اس کی قسمت کا حال بتانا شروع کر دیتا۔ یہ تو معلوم نہیں کہ جوگی علم نجوم سے واقف بھی ہوتا تھا یا نہیں مگر وہ کمال ہوشیاری سے کسی عورت سے پہلے ہی باتوں باتوں میں اسکے حالات معلوم کر لیتا۔ اور پھر اپنی ذہانت کو کام میں لاتے ہوئے ان عورتوں کو قسمت کا حال بتا کر مطمئن کر دیا کرتا تھا۔ مذکورہ بالا ماہیوں میں اسی عمل اور کیفیت کو کسی دیہاتی عورت نے کمال چابکدستی اور نہایت خوبصورتی سے موزوں کر دیا ہے۔ چاہے یہ اس عورت کی اپنی واردات ہے یا کسی دوسری عورت کی لیکن اس تخلیقی جوہر کی داد دئے بغیر رہا نہیں جا سکتا۔

ماہیے کا بنیادی تعلق دیہات سے ہے۔ اور یہ دیہات کی عموماً ان پڑھ دوشیزاؤں کی تخلیق ہے۔ اور حیرت تو اس بات پر ہے کہ ان پڑھ ہونے کے باوجود ان کے تخلیق کردہ ماہیے فن عروض پر پورے اترتے ہیں اور ایسے ایسے خوبصورت مضامین کو نہایت اختصار کے ساتھ ماہیے کے صرف دو چھوٹے چھوٹے مصروں میں موزوں کیا جاتا ہے کہ اردو یا کسی دوسری زبان کے شعر ان کا منہ تکتے محسوس ہوتے ہیں۔ احمد فراز کا یہ شعر دیکھئے

اب کے ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں

یہ شعر موجودہ دور میں کہا گیا ہے۔مگر ایک ماہیا دیکھئے جسے میں اپنے بچپن سے سنتا آ رہا ہوں

پھل رکھے کتاباں بچ

ٹہو لا نچھڑ گیا

ہنڑ ملسی خواباں بچ

معروف شاعر بشیر بدر کا یہ بہت مشہور شعر ہے ۔

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو

نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

اب ایک ماہیا دیکھئے

بن ستھرا سُک جا وے

کے پتا زندگی دا

کیہڑے موڑ اُتے مُک جاوے

اہل نقد و نظر خوب جانتے ہیں کہ جو بلاغت لفظ موڑ میں ہے وہ گلی میں نہیں اور پھر اس ماہیے کا دوسرا مصرع جس فنی خوبصورتی اور بے ساختگی کا حامل ہے نہایت قابل داد ہے۔جبکہ ''کے پتہ زندگی دا'' کی بجائے ''پتہ نیئں زندگی دا'' مصرع بھی موزوں کیا جا سکتا تھا۔

آصف ثاقب کا ایک خوبصورت شعر دیکھئے۔

کیسے فرقت میں لگے چاند ستارے لکھنا

جا کے پردیس میں خط نام ہمارے لکھنا

اب یہ ماہیا دیکھئے

دو سوتی کھیس ڈ ٹھے

چٹھی بچ لکھ بھیجو

جیہڑے دکھ پردیس ڈ ٹھے

جیسا کہ گزشتہ سطور میں لکھا گیا ہے کہ ماہیا ہمارے روزمرہ میں داخل ہے اور نہ صرف روزمرہ میں داخل ہے بلکہ متعدد ماہیوں کے بول یا مصرعے بطور محاورہ اور ضرب المثل ہماری روزمرہ گفتگو کا حصہ بن کر اپنا دہرا اثر دکھاتے ہیں۔ مثال کے طور پر چند ماہیے دیکھئے۔

بوٹا بداماں دا
چنگا نیاں کیتئی
ہتھ بدھے غلاماں دا

رتالال بٹیرا اے
اسیں کہیڑے نت آندے
جوگیاں والا پھیرا اے

چمنی بچ تیل نینھ آں
بساں گمانڈے دے
ملنے دی ویہل نینھ آں

پہلے ماہیے کے دوسرے دونوں مصرعے ایسے موقع پر بطور کہاوت بولے جاتے ہے جب کوئی شخص اپنے کسی چاہنے والے اور بے دام غلام کے ساتھ اسکی توقع کے خلاف سلوک کرے۔ دوسرے ماہیے کے دوسرے دونوں مصرعے یا آخری مصرعہ ایسے موقع پر بولے جاتے ہیں جب کوئی آدمی کسی کے ہاں کبھی کبھار یا کسی خاص مدت کے بعد جائے یا آئے اور میزبان اس سے بے نیازانہ سلوک روا رکھے اور تیسرے ماہیے کے دوسرے دونوں مصرعے ایسے موقع پر بولتے ہیں۔ جب کسی کے بہت قریب رہتے ہوئے بھی ملنے ملانے کی فرصت نہ ہو یا فرصت ہونے پر میل جول نہ رکھے۔ یہ ماہیا روحانی مفہوم میں بھی رائج ہے۔ یعنی جیسا کہ ذات باری ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ مگر ہم دنیاداری میں ایسے ملوث ہیں کہ اس سے ملنے کی فرصت نہیں نکال سکتے۔

ماہیا کی ساخت کے بارے میں اکثریت کا یہ خیال ہے کہ اس کا پہلا مصرعہ مہمل ہوتا ہے ۔ جس کا دوسرے دونوں مصرعوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور دوسرے دونوں مصرعوں کے قافیہ ردیف کی ضرورت کے تحت گھڑ لیا جاتا ہے۔ میں اس خیال سے جزوی طور پر تو متفق ہوں مگر کلی طور پر اتفاق نہیں کرتا ۔ کیوں کہ اکثر ماہیوں کے پہلے مصرعوں کی ساخت پر غور کیا جائے تو ان کی دوسرے مصرعوں سے کوئی نہ کوئی معنوی یا لفظی مناسبت موجود ہوتی ہے۔ مثلاً شروع میں ایک ماہیا کا تذکرہ ہوا ہے جو اس طرح ہے۔

بلی کوٹھے تے سپ کھاہدا
جوگیا سٹ سنگھلاں
لکھی کتھو پرت کھاہدا

اس ماہیے کے پہلے مصرعے کا بظاہر کوئی معنوی تعلق یا مناسبت نہیں لیکن غور کریں تو ایک لفظی مناسبت موجود ہے۔ وہ یہ ہے کہ پہلے مصرعہ میں لفظ سپ (سانپ) ہے اور دوسرے مصرعہ میں لفظ جوگیا ہے اور جوگیا (سپیرا) کے معنوں میں بھی رائج ہے۔ یا سپیرا کو جوگی بھی کہا جاتا ہے۔ لہذا سانپ اور جوگی کی مناسبت ظاہر ہے۔

اب ایک اور ماہیا دیکھئے جس کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں ہوا ہے۔

بن سترا سُک جاوے
کے پتہ زندگی دا
کہیڑے موڑ اُتے مُک جاوے

بن سترا دو تین فٹ کا ایک جھاڑی نما پودا ہے جسے درخت بھی کہا جاتا ہے اور یہ سال بھر ہرا ہی رہتا ہے۔ اب ماہیے کے دوسرے دو مصرعوں میں زندگی کی ناپائیداری کا مضمون ہے کہ زندگی کا کیا بھروسہ کہ کب ساتھ چھوڑ دے جیسا کہ بن سترا سال بھر ہرا رہتا ہے مگر کسی وقت سوکھ بھی سکتا ہے۔ اسی طرح دوسرے متعدد ماہیے ہیں جن کے پہلے مصرعے شعوری طور پر موزوں کئے

گئے ہوں یا لاشعوری طور پر مگران پرغور کیا جائے تو ان کی دوسرے مصرعوں سے کوئی نہ کوئی مناسبت ضرور ہوتی ہے۔

ٹیلیویژن ہمارے ملک کے شہروں میں گزشتہ صدی کے آخری تین عشروں میں متعارف ہوا ہے۔اور دیہات میں تو زیادہ سے زیادہ ایک عشرہ پہلے خال خال گھرانوں تک پہنچا ہے اور موجودہ دور میں جو ٹیلی فون ایجاد ہوا ہے جس پر ہر دونوں متکلمین کی تصویریں بھی باتیں کرتی دکھائی دیتی ہیں اس حوالے سے یہ ماہیا دیکھیں جو میں نے پچاس ساٹھ سال پہلے سنا اور ذہن میں محفوظ چلا آرہا ہے۔

لاری آئی کشمیر بچو

آپ بیٹھ آئندے او

گلاں کر و تصویر بچو

قابل غور بات یہ ہے کہ ایک دیہاتی ان پڑھ دوشیزہ کے ذہن میں یہ خیال کیسے آیا کہ تصویر بھی باتیں کر سکتی ہے۔اُس کی یہ شعوری یا لاشعوری خواہش رنگ لے آئی جو آج ہم ٹیلی ویژن اور ٹیلی فون کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔اب اسی ماہیے کو اُس حوالے سے بھی دیکھئے کہ ماہیے کے پہلے مصرعے کا دوسرے دونوں مصرعوں سے تعلق ہوتا ہے۔پہلے مصرعہ میں لاری (بس یا ویگن) اور کشمیر کے الفاظ کو سامنے رکھیے تو اس مصرعہ کا تعلق دوسرے مصرعوں سے سمجھ میں آتا ہے۔ لاری ذریعہ آمدورفت ہے اور کشمیر پردیس اور دوری کی علامت ہیں۔اب معنی ومفہوم میں گہرائی اور ایمائیت کے حوالے سے ماہیا کی دو مثالیں دیکھئے۔

چیڑے کنڈے نال اڑ گئے نیں

چلماں توں چھکنے

پوٹے میرے سڑ گئے نیں

۲. مانسہرئیو آئے چھکڑے
ماہیے دی خو ڈاہڈی
اساں لتے نیاں پکڑے

اگر چہ ان دونوں ماہیوں کا انداز خطابیہ ہے لیکن ماہیا تخلیق کرنے والی عورت نے اپنی یا کسی دوسری عورت کا حال بین السطور بیان کیا ہے کہ مجھے یا اُسے کسی اکھڑ مزاج اور سخت گیر شوہر سے واسطہ پڑ گیا ہے جس کے تکلیف دہ اور مشکل کام مجھے اپنی مرضی کے خلاف سرانجام دینے پڑتے ہیں۔ دوسرا ماہیا بھی اسی قسم اور اسی مفہوم کا حامل ہے جس میں کہا گیا ہے کہ میرا ماہیا (شوہر) نہایت تندخو اور سخت مزاج ہے جس کے خلاف میں کوئی احتجاج بھی نہیں کر سکتی خاموشی اور انکساری سے اس کی ہر بات سہہ لیتی ہوں کہ وہ کسی بات پر بگڑ نہ جائے۔اس ماہیے کے پہلے مصرعے کا دوسرے مصرعوں سے تعلق موجود ہے جیسا کہ چھکڑا (ٹرک) ڈرائیور (جو کسی کا شوہر یا محبوب ہے) اپنے کام کی نوعیت سے تندخو ہوتا ہے یا سخت مزاج ہو جاتا ہے۔

عام طور پر تو یہی سہہ مصرعی ماہیے رائج ہیں لیکن ان کے علاوہ کچھ اور ساخت و ہیئت کے ماہیے بھی ہیں جو عموماً شادی بیاہ کی تقریبات میں گائے جاتے ہیں۔مثلاً

ے ساوی موٹر پچ محمد علی جناح بیٹھا
مار کے نعرہ پاکستان بنا بیٹھا

ایک اور ماہیا

ے چٹی میرے بینی کالیاں بنگاں چھٹرنگ کیتا
اوکھے ویلے کدے نہ ٹہولے سنگ کیتا

ے چٹی میری لفٹی کالی شاہ سلوار ہو وے
اُس دیہاڑے پاداں جس دیہاڑے ماہیا کہار ہو وے

دیکھئے کہ مندرجہ بالا ماہیوں کی ساخت ہو بہو اردو شعر کی طرح ہے اور وزن

میں بھی ہیں۔ ان ماہیوں کو گانے کا یہ طریقہ ہے کہ عورتوں کے دو ٹولے بن جاتے ہیں پہلا مصرعہ ایک ٹولہ خاص آہنگ میں گاتا ہے۔ البتہ جب پہلا ٹولہ پہلا مصرعہ گانا شروع کرتا ہے تو لے اور ردھم کو متوازن رکھنے کیلئے لئے دو اضافی مصرعے ملا کر گائے جاتے ہیں جو یہ ہوتے ہیں۔

میں اِتھے تے ماہیا مانسہرے
مرگئی آں تے خون متھے تیرے
ساوی موٹر نچ ۔۔۔۔

یا

ارمان سنتھو دیا بٹیا
دل لا کے کجھ نہ کھٹیا
چٹی میری بینٹی ۔۔۔۔۔۔۔

یا

میرے گلا دیئے گل ہسئے
چھگی پا سجناں کول بسئے
چٹی میری ۔۔۔۔۔۔

ان کے علاوہ ایک اور ماہیا ہے جو شادی یا دوسری کسی خوشی کی تقریب میں ناچ کے ساتھ گایا جاتا ہے۔ یہ ناچ ''ہزارہ ڈانس'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ عموماً رات کے پچھلے پہر گایا جاتا ہے اور اس کا لطف بھی ناچ کے ساتھ رات کے وقت ہی آتا ہے۔ عورتیں گھروں کے صحن یا اور کسی کشادہ اور محفوظ جگہ پر ناچ کے ساتھ گاتی ہیں اور مرد گاؤں یا شہر کے حجرہ یا کھلے میدان میں صرف ہزارہ ڈانس کرتے ہیں اور انکے ساتھ ڈھول تاشوں والے اپنے سازوں پر اس ماہیے کی مخصوص دُھن بجاتے ہیں۔ اس ماہیے کے چند بول یہ ہیں۔

سر گی د یا تا ر یا لو چا د ے

میر ا چھلا گما یا ا و چا د ے

یا

سر گی د یا تا ر یا نت آ نے

میر ے تیر کلیجے نچ لا نے

یا

سر گی د یا تا ر یا آ و یں آ ں

میر ا نچھڑ ا ڈھو ل ملا و یں آ ں

ان ماہیوں کو گاتے وقت بھی ایک اضافی مصرعہ گایا جاتا ہے جو یہ ہے۔ مثلاً

چٹی چناں دی چانٹری

سرگی دے تاریا۔۔۔۔۔۔

چٹی چناں دی چانٹری

کا کولاں بنگلہ نواں پیا

چل دکھن چلئے کیہا جیہا

چٹی چناں دی چانٹری

ڈیڈھی دیاں سنگلاں کس لائیاں

توں سُتا رہئیں میں کھیڈ آئیاں

ایک اور بات کہ ماہیا زیادہ تر دیہات کی اکثر ان پڑھ عورتوں یا دوشیزاؤں کی تخلیق ہے۔ جو ظاہر ہے علم عروض سے قطعاً واقف نہیں مگر اس کے باوجود آپ دیکھیں تو ماہیے کے مصرعے عموماً وزن میں ہوتے ہیں علاوہ ازیں ماہیا گائی جانے والی صنف سخن ہے۔ اس لیے اس کو

فن عروض پر پرکھنا بے جواز ہے اور اگر کسی ایک ماہیا کا کوئی مصرعہ گاتے وقت وزن کی کمی محسوس ہو تو ردھم میں ہم آہنگی کیلئے ایک اضافی لفظ ملا لیا جاتا ہے۔ یہ الفاظ حسب ذیل ہیں کوئی، وے، آ، آں، وغیرہ مثلاً ایک ماہیے کا پہلا مصرعہ ہے'' تارالوئی والا'' یہ مصرعہ اپنی جگہ باوزن ہے لیکن چونکہ ماہیا مختلف دھنوں میں گایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ مصرعہ دو طرح اضافی لفظ ملا کر گایا جائے گا۔

نمبر۱ کوئی تارالوئی والا

نمبر۲ کوئی وے تارالوئی والا

نمبر۳ کوئی تاراوے لوئی والا

یہ وہ جذبات واحساسات ہیں جن کے زیر اثر میں اس کام پر آمادہ ہوا کہ اپنی ہندکو زبان کی اس مقبول اور دلچسپ صنف سخن کو کتاب کی صورت میں محفوظ کرلوں۔ زیر نظر مجموعہ میں عنوان وار ماہیے لکھے گئے ہیں۔ شروع میں'' عمومی ماہیے'' کے عنوان کے ذیل میں جو ماہیے لکھے گئے ہیں ان میں متعدد ماہیے وہ ہیں جو رائج چلے آتے ہیں۔ جنھیں میں بچپن سے اب تک سنتا آیا ہوں اور میرے ذہن میں محفوظ تھے باقی ماہیے میرے اپنے تخلیق کردہ ہیں۔ ان کے علاوہ جو ماہیے دوسرے مختلف عنوانات کے ذیل میں لکھے گئے ہیں ان میں سوائے چند ماہیوں کے باقی سب میں نے خود موزوں کیے ہیں جن کی نشر واشاعت یا ریکارڈنگ کیلئے میری تحریری اجازت ضروری ہے۔

میں پروفیسر محمد فرید صاحب کا شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے اس مجموعہ کی ترتیب وتزئین کے سلسلے میں مفید مشوروں کے علاوہ پروف ریڈنگ میں بھی تعاون کیا۔

شکریہ

سلطان سکون